24

مشرقی پاکستان کے سیلاب زدہ بھائیوں کی ہر ممکن مدد کرو اور اُن کے لیے جلد سے جلد چندہ جمع کر کے حبُّ الوطنی کا ثبوت دو

پاکستان میں بسنے والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک حصہ پر تکلیف آئے تو ہمیں احساس ہونا چاہیے کہ وہ تکلیف ہم پر آئی ہے

(فرمودہ 3 ستمبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''خطبہ شروع کرنے سے پہلے میں اپنی بیماری کے متعلق دوستوں کے بعض سوالات کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو میرے سندھ کے قیام میں ہوتے رہے ہیں اور خطوط کے ذریعہ یہاں بھی کئی دوست مجھ سے دریافت کرتے رہے ہیں۔

زخم کے مندمل ہونے کے بعد ڈاکٹروں کی یہ رائے تھی کہ چونکہ گردن کا ایک درمیانہ سائز کا Nerve کٹ گیا ہے اس لیے سر کے اوپر کے حصہ کا گردن کے نچلے حصہ کے ساتھ

تعلق نہیں رہا اور اس کی وجہ سے سر کے پچھلے چوتھائی حصہ میں بے حسی پیدا ہو گئی ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ خداتعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے ماتحت کٹی ہوئی Nerve اپنے آپ کو دوسرے حصہ کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرے گی اور کسی نہ کسی طرح رستہ نکال کر کسی دوسری Nerve سے مل جائے گی اور اس طرح دوبارہ زندہ ہو جائے گی۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ جب اِس قسم کی جدوجہد شروع ہوتی ہے تو دردیں بڑھ جایا کرتی ہیں اور درد کے بڑھ جانے کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بیماری شروع ہوگئی ہے لیکن دراصل وہ خداتعالیٰ کے اس قانون کا اظہار ہوتا ہے جو اس نے پہلی بیماری کے امالہ1 اور ازالہ کے لیے بنایا ہے۔ چنانچہ خداتعالیٰ کے اس قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے دو تین ماہ کے بعد کٹی ہوئی Nerve میں بیداری پیدا ہوئی۔ اس کی بعض شاخیں پیدا ہوگئیں اور اس نے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارے کہ کسی اَور چیز سے مل جائے۔ لیکن ساتھ ہی ڈاکٹروں کا یہ خیال بھی تھا کہ جسم کے اوپر جو ورم پیدا ہو گیا تھا وہ جلد اُتر جائے گا۔ کراچی تک تو وہ ورم زیادہ نہیں تھا۔ کراچی کے بڑے سرجن کو جو گورنمنٹ میڈیکل کالج کے ہیں ورم دکھایا گیا تو انہوں نے بھی بتایا کہ یہ تکلیف عارضی ہے کچھ دنوں تک ہٹ جائے گی۔ انہوں نے مالش بھی تجویز کی جو سر کے پٹھوں کو حرکت دینے والی تھی۔ اُن کا خیال تھا کہ اِس مالش کی وجہ سے عارضی تکلیف دور ہو جائے گی۔ اور عارضی طور پر اس مالش کا فائدہ بھی ہوا لیکن ورم دور نہ ہوا بلکہ بعض اوقات یوں معلوم ہوتا ہے کہ ورم بجائے کم ہونے کے بڑھنے لگا ہے۔ جب دردیں زیادہ ہوئیں تو سرجن کی یہ رائے تھی کہ یہ دردیں طبعی تقاضا کی وجہ سے ہیں۔ کٹی ہوئی Nerve نے پھیلنا شروع کر دیا ہے کیونکہ اس نے کسی اَور نرو سے مل کر اپنی زندگی کو قائم رکھنا ہے۔ بیچ میں چونکہ گوشت آ جاتا ہے اس لیے کہیں گوشت مروڑا جاتا ہے اور کہیں گوشت چِر جاتا ہے اس لیے درد زیادہ ہو جاتی ہے۔ لیکن جب میں کراچی سے ناصرآباد پہنچا تو شروع شروع میں تو یہ معلوم ہوا کہ یہاں کی آب و ہوا کی وجہ سے پہلے کی نسبت تکلیف میں افاقہ ہے۔ بعد میں جب ٹھنڈی ہوا چلی اور سندھ میں ان دنوں رات کے وقت عموماً ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو اس کی وجہ سے بعض اوقات گردن میں کھچاؤ محسوس ہونے لگا اور پھر اس کھچاؤ نے بڑھنا شروع کیا۔ایک طرف تو گردن کے

کھچاؤ نے بڑھنا شروع کیا اور دوسری طرف ورم بجائے کم ہونے کے زیادہ ہونا شروع ہو گیا۔ جہاں تک درد کا تعلق تھا ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ یہ طبعی ہے۔ جب نرو(Nerve) بڑھنا شروع کرتی ہے تو درد ہوتا ہی ہے اس کے لیے فکر کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس درد کے ساتھ زخم کے اوپر اس قسم کی جلن محسوس ہونے لگی جیسے کوئی شخص لوہا تپا کر ہاتھ میں پکڑ لے۔ اس ہاتھ میں جو کیفیت گرم لوہے کو پکڑتے وقت پیدا ہوتی ہے وہی کیفیت اس جلن کی تھی جو زخم کے اوپر کے حصہ میں درد کے ساتھ ساتھ محسوس ہوتی تھی اور یہ ایک علیحدہ چیز تھی۔ درد سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر بعض اوقات معمولی سے جھٹکے کے ساتھ گردن میں پیچ پڑ جاتا تھا۔ مثلاً گلے کا بٹن بند کرنے کے لیے سر نیچا کیا تو پیچ پڑ گیا۔ یہ پیچ ہاتھ کا سہارا دے کر اور گردن دبا کر درست ہوتا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ یہ تکلیف ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق طبعی تھی یا غیر طبعی۔ کراچی، کوئٹہ، پشاور اور ربوہ سے متعدد خطوط مجھے ملے کہ زخم والی جگہ کا ڈاکٹروں سے معائنہ کرانا چاہیے لیکن میں نے ناصر آباد سے کراچی جانا پسند نہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اب آخری ایام ہیں چند دنوں کے بعد پنجاب چلے جانا ہے۔ ربوہ جانے کے بعد لاہور جاؤں گا اور ڈاکٹروں کو دکھاؤں گا۔ ساتھ ہی میں نے کراچی کے سرجن کو مشورہ کے لیے لکھ دیا۔ سرجن کے مشورہ کے مطابق جو جواب مجھے حیدرآباد میں ملا وہ یہی تھا کہ جو علامات پیدا ہوئی ہیں وہ طبعی ہیں۔ لیکن ورم کا ابھی تک قائم رہنا بلکہ بعض اوقات بڑھ جانا، یہ چیز اِس قابل ہے کہ اِس پر دوبارہ غور کیا جائے۔ یہ چیز طبعی نہیں اور ہمارے اندازہ سے باہر ہے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ کوئی نئی بیماری نہ شروع ہو گئی ہو۔ بہرحال یہ حالات ہیں۔ ناصر آباد میں تکلیف کی جو شدت تھی وہ وہیں سے کم ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اب بھی تکلیف کم ہے لیکن اگر زخم والی جگہ کو دبایا جائے تو ایک قسم کی جلن پیدا ہوتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اِس ہفتہ لاہور جا کر زخم کی جگہ سرجن کو دکھاؤں۔ کراچی کی جماعت نے یہ انتظام کیا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو وہ کراچی کے سرجن کو کار پر ربوہ لے آئیں۔ لیکن میں نے یہی مناسب سمجھا کہ میں پہلے لاہور کے سرجن سے مل لوں۔ اگر اس کی رائے میں کسی دوسرے سرجن سے مشورہ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تو کراچی کے سرجن کو بلانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

اس کے بعد میں مختصر طور پر جماعت کو اس دردناک واقعہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو مشرقی پاکستان میں پیش آیا ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔2 وہ آپس میں ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں۔ جس طرح جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہوتو دوسرے اعضاء بھی اس تکلیف کومحسوس کرتے ہیں اِسی طرح مومنوں کے کسی حصہ کوتکلیف ہوتو ان کے دوسرے حصہ کو بھی تکلیف محسوس کرنی چاہیے۔ قرآن کریم اور احادیث میں بعض ایسی باتیں آتی ہیں جن سے لوگ غلطی کھا جاتے ہیں اور حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ جو عام قانون ایک مذہبی آدمی بیان کرے گا وہ اُسے مذہبی اصطلاحوں میں ہی بیان کرے گا۔ مثلاً جب وہ یہ کہے گا کہ جو لوگ نماز کی پابندی نہیں کریں گے وہ کامیاب نہیں ہوں گے تو یہ صرف ایک مذہبی فقرہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو قومی تحریکیں ہوتی ہیں اُن میں اگر قوم سُستی اور غفلت سے کام لے گی تو وہ کمزور ہو جائے گی۔ پس یہ قانون صرف نماز کے لیے ہی نہیں ہوگا بلکہ ہر جگہ چسپاں ہوگا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے کہ دیکھو! اگر تم رسول کی اطاعت نہیں کرتے تو تم گر جاؤ گے تو اِس کے یہ معنے نہیں کہ اگر تم رسول اور امام کی اطاعت نہیں کرو گے تو تم گر جاؤ گے بلکہ علمی، اقتصادی، سیاسی اور قومی لیڈروں کی اطاعت نہ کرنے سے بھی یہی خرابی پیدا ہوگی۔ اگر کوئی قوم اپنے اقتصادی لیڈر کی اطاعت نہیں کرتی تو اُس کی اقتصادی حالت گر جاتی ہے، اگر وہ کسی سیاسی لیڈر کی اطاعت نہیں کرتی تو وہ سیاسی لحاظ سے گر جاتی ہے، اگر وہ کسی علمی لیڈر کی اطاعت نہیں کرتی تو وہ علمی لحاظ سے گر جاتی ہے۔ پس مذہبی آدمی اگر کوئی چیز بیان کرے گا تو وہ مذہبی اصطلاح میں ہی بیان کرے گا۔ گو وہ قانون چسپاں ہر جگہ ہوگا۔ پس اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، وہ ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں۔ جس طرح جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہوتو دوسرے اعضاء بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اِسی طرح مومن جماعت کا ایک حصہ جب کوئی تکلیف محسوس کرتا ہے تو دوسرا حصہ بھی اس تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔ تو یہ قانون اگرچہ مذہبی اصطلاح میں بیان کیا گیا ہے لیکن یہ ہر جگہ چسپاں کیا جائے گا۔ اگر سیاسیات کو لوتو ہم کہیں گے کہ ایک قوم کے

سب شہری ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر اُن کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرا حصہ بھی ویسی ہی تکلیف محسوس کرے گا، اگر تاجر ہیں تو وہاں اس قانون سے یہ مراد ہو گی کہ تمام تاجر ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں جس طرح ایک عضو کے تکلیف اُٹھانے سے جسم کا دوسرا حصہ بھی تکلیف محسوس کرتا ہے اِسی طرح تاجروں کے ایک حصہ پر تکلیف آئے تو دوسرے حصہ کو بھی اس کی تکلیف محسوس کرنی چاہیے۔ اگر لوگ پیشہ ور ہیں تو ہم کہیں گے تمام پیشہ ور ایک جسم کی طرح ہیں اگر ان کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچے تو دوسرے لوگوں کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ سب مومن آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر جسم کے ایک حصہ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرے اعضاء بھی ویسی ہی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ اصل اور قانون صرف مومنوں کے لیے ہے بلکہ دنیا میں جو گروپ بھی بنے گا اُس پر یہ قانون حاوی ہو گا۔ اگر گروپ کے کسی حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ تکلیف سب کو پہنچنی چاہیے۔ اگر اُس کے کسی حصہ کو وہ تکلیف نہیں پہنچتی تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ حصہ اصل جسم سے کٹ گیا ہے۔ اس قانون کے ماتحت تمام حکومتیں، تمام سیاسی، اقتصادی اور علمی اقوام اور تمام گروپ ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرے سب افراد کو وہ تکلیف محسوس کرنی چاہیے۔ اگر دوسرے لوگ ایک حصہ کی تکلیف کو محسوس نہیں کرتے تو وہ اقوام اپنے سرکل اور دائرہ میں فیل ہو جائیں گی۔ مثلاً امریکہ ہے وہ اندرونی طور پر کئی حصوں پر منقسم ہے۔ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، مشرقی امریکہ اور مغربی امریکہ، لیکن امریکہ کے لفظ میں وہ سب ایک ہی چیز شمار ہوں گے۔ U.S.A ایک ایسا علاقہ ہے جس میں کئی جگہ زبان میں فرق پایا جاتا ہے۔ مختلف اقوام کے لوگ اس میں آباد ہیں۔ کہیں انگریز آباد ہیں، کہیں جرمنوں کی زیادہ تعداد آباد ہے، کہیں یہودیوں کی کثرت ہے اور کہیں مشرقی یورپ کی اقوام زیادہ تعداد میں آباد ہیں۔ غرض مختلف علاقوں میں مختلف اقوام آباد ہیں۔ جب کسی غیر سے مقابلہ نہ ہو تو کسی کو انگریزوں سے ہمدردی ہو گی، کسی کو یہودیوں سے ہمدردی ہو گی اور کسی کو جرمنوں سے ہمدردی ہو گی۔ لیکن جب امریکہ کا سوال آئے گا تو وہ اپنا سب اختلاف بھول جائیں گے۔ وہ بھول جائیں گے کہ وہ

یہودی ہیں، وہ بھول جائیں گے کہ وہ جرمن ہیں، وہ بھول جائیں گے کہ وہ انگریز ہیں۔ غیر کے مقابلہ میں وہ سب ایک قوم ہوں گے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ قاعدہ کے یہ معنے ہوں گے کہ گروپ کے ہر فرد کو دوسرے کی تکلیف کا احساس کرنا چاہیے۔

اِسی طرح پاکستان ہے۔ پاکستان مسلمانوں کی متحدہ کوشش سے بنا ہے۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیان فرمودہ اصل کے ماتحت پاکستان میں بسنے والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وہ ایک گروپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی ایک حصہ پر تکلیف آئے تو باقی سب کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ وہ تکلیف ہم پر آئی ہے۔ اگر اس کے کسی حصہ میں قحط نمودار ہوتا ہے تو باقی سب حصوں کو بھی احساس ہونا چاہیے کہ یہ قحط ہم پر ہی آیا ہے، اگر سیلاب ایک حصہ کو تباہ کر دیتا ہے تو باقی حصوں کو بھی یہ احساس ہونا چاہیے کہ سیلاب نے ہم سب کو برباد کر دیا ہے۔ اگر ملک کے ایک حصہ کی تکلیف کو دوسرا حصہ اپنی تکلیف تصور نہیں کرتا تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جسم سے کٹ گیا ہے۔

اِس وقت ایسٹ پاکستان میں جو تباہی آئی ہے اور سیلاب کے رنگ میں جو عذاب اس علاقہ پر آیا ہے اُس کی کیفیت اخبارات اور رسائل میں چھپتی رہتی ہے لیکن ہمیں مبلغین کی طرف سے بھی رپورٹ آتی رہتی ہے۔ اِس وقت تک جو رپورٹیں مبلغین کی طرف سے آئی ہیں انہیں پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ ہمارے مبلغین نے ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ ایک جگہ کے باشندوں نے جو اچھوت تھے ہمیں فون کیا کہ کوئی شخص ہماری حالت نہیں پوچھتا۔ آپ کم سے کم کوئی آدمی ہمارے پاس بھجوا دیں تا یہ دیکھ کر کہ ملک میں ہمارے ہمدرد بھی موجود ہیں ہماری ہمت بندھ جائے۔ چنانچہ مبلغین کا وفد وہاں پہنچا۔ انہوں نے دیکھا کہ ہر جگہ پانی ہی پانی کھڑا ہے۔ گاؤں میں جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ گاؤں کا کوئی شخص ایک کشتی لے آیا اور انہیں اس میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ گاؤں میں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک گھر بھی ایسا نہیں جہاں کوئی شخص چارپائی، تختہ یا زمین پر سو سکے۔ سب جگہیں پانی سے بھری پڑی ہیں اور لوگوں نے پانی میں بانس گاڑ کر اُن پر گھاس پھونس ڈال رکھا ہے۔ وہ ان بانسوں کی بنی ہوئی چھتوں پر ہی سوتے ہیں اور انہی پر کھانا پکاتے ہیں۔ یہ کیفیت

بالکل اِسی قسم کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دریائے چناب میں جا کر بانس گاڑ لے اور اُن پر گھاس پھونس ڈال کر وہاں رہنا شروع کر دے۔ اگر تم ایسا کرو بھی تو محض کھیل سمجھ کر کرو گے۔ لیکن وہ لوگ مصیبت کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں لکھا ہے کہ ہمیں دیکھ کر گاؤں کے بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت سب جمع ہو گئے۔ اور وہ اس طرح روئے اور اس طرح انہوں نے گریہ و زاری کی جیسے کوئی گہرا دوست سالہاسال کی جُدائی کے بعد ملا ہو۔ وہ ہمیں دیکھ کر سب کچھ بھول گئے۔ ہم نے انہیں کچھ چاول دیئے اور کہا ہم لوگ غریب ہیں لیکن پھر بھی چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی تکلیف میں حصہ لیں۔ انہوں نے چاول واپس کر دیئے اور کہا ہمیں اِس بات کا ڈر نہیں کہ ہم فاقوں مر جائیں گے۔ ہم میں سے جس کے پاس کچھ غلہ یا روپے ہیں وہ دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ ہمیں صرف یہی احساس تھا کہ ملک میں ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اب آپ آ گئے ہیں تو ہمیں سب کچھ مل گیا ہے۔ اب ہم فاقے میں بھی رہیں تو ہمیں اس بات کی پروا نہیں۔ ہمیں اس مدد کی ضرورت نہیں۔ ہم جیسے بھی بن پڑا گزارہ کریں گے۔ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری تکلیف کا احساس کرنے والے لوگ ملک میں موجود ہیں۔

دیکھو! یہ چیز کتنی تکلیف دِہ ہے۔ ایک قوم کے افراد بھوکے مرتے ہیں، وہ فاقے برداشت کرتے ہیں لیکن وہ مدد قبول نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں ہم اِس بات سے خوش ہو گئے ہیں کہ پاکستان میں ہمیں پوچھنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ اس سے زیادہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اِس علاقہ کے احمدیوں کے متعلق یہ رپورٹ ملی ہے کہ وہ نماز بھی بانسوں کی بنی ہوئی چھتوں پر پڑھتے ہیں۔ گویا نماز پڑھنے کے لیے بھی کوئی جگہ نہیں مل رہی۔ اب اُن کا اپنے ساتھ مقابلہ کرو۔ جب یہاں سیلاب آیا تو اُس کا زیادہ زور صرف ایک رات تھا۔ میں اُن دنوں ربوہ سے باہر تھا۔ مجھے یہاں سے بیسیوں رپورٹیں گئیں کہ ہم نے گیلیوں کی کشتیاں بنائیں اور ہم نے یوں بہادری اور دلیری کے ساتھ فلاں فلاں گاؤں کے لوگوں کو سیلاب کی زد سے بچایا۔ یہ تکلیف صرف ایک رات کی تکلیف تھی لیکن ایسٹ پاکستان کا قریباً سارا علاقہ بیس پچیس دن سے اِس قدر تکلیف میں مبتلا ہے کہ وہ بانسوں کی بنی ہوئی چھتوں پر سوتے ہیں

اور اُنہی پر کھانا پکاتے ہیں۔تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ بانسوں کی چھتوں پر وہ روٹی کیا پکائیں گے۔ گھاس پھونس پر آگ جلائی جائے تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ اس لیے خیالی طور پر ہی روٹی پکتی ہو گی یعنی وہ ویسے ہی آٹا وغیرہ پھانک کر گزارہ کرتے ہوں گے۔ ان حالات میں ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگ جو اس مصیبت سے محفوظ ہیں اپنے ان بھائیوں کی مدد کریں جو اِس وقت مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی ذہنیت ایسی خراب ہو چکی ہے کہ بجائے اِس کے کہ مصیبت میں مبتلا لوگوں سے وہ ہمدردی کا اظہار کریں اور ان کے لیے قربانی اور ایثار سے کام لیں وہ اَور زیادہ لُوٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسٹ پاکستان میں اس دفعہ زیادہ بارش ہوئی ہے اور وہاں خطرناک سیلاب آیا ہوا ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوئی ہے لیکن اِس علاقہ میں غلہ ضرورت سے دس فیصدی زیادہ پیدا ہوا تھا۔ مگر اُدھر مشرقی بنگال میں سیلاب آیا اور اُدھر بعض علاقوں میں غلہ کی قیمت سولہ روپے من ہو گئی۔ پھر یہ خبر مجھے سندھ میں پہنچ گئی تھی کہ یہاں گھی کا بھاؤ ساڑھے چھ روپیہ فی سیر ہو گیا ہے۔ سندھ میں گھی کا بھاؤ پنجاب سے ایک روپیہ فی سیر ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہاں بھینسیں رکھنے کا رواج نہیں۔ وہاں لوگ گائیں رکھتے ہیں۔ پھر وہ جانوروں کی پرورش بھی اچھی طرح نہیں کرتے۔ پھر گھی بھی کم نکالتے ہیں۔ وہاں لوگ سالن نہیں پکاتے۔ روٹی، دودھ کے ساتھ کھا لیتے ہیں یا لسّی کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں۔ اس لسّی میں سے مکھن کم نکالتے ہیں تا لسّی چکنی رہے۔ پس گھی کی طرف ان کی توجہ کم ہے۔ پنجابی لوگ جو وہاں آباد ہیں وہ بھینسیں رکھتے ہیں اور گھی اُنہی سے ملتا ہے۔ اِس لیے یہاں اگر گھی کا بھاؤ تین روپے سیر ہو تو وہاں چار روپے سیر ہوتا ہے، یہاں چار روپے سیر ہو تو وہاں پانچ روپے سیر ہوتا ہے، یہاں پانچ روپے سیر ہو تو وہاں چھ روپے سیر ہوتا ہے لیکن اِس دفعہ وہاں گھی کا بھاؤ ساڑھے چار روپے فی سیر ہے اور یہاں چھ، ساڑھے چھ روپیہ فی سیر ہے حالانکہ پنجاب میں گھی کثرت سے ملتا ہے۔ پھر ریلیں اور سڑکیں ایک علاقہ کو دوسرے علاقہ سے ملاتی ہیں اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ گھی کا بھاؤ اِس قدر بڑھ جائے۔ گندم اور گھی کا بھاؤ بڑھ جانے کی وجہ صرف یہی ہے کہ لوگوں نے دیکھا کہ مشرقی پاکستان پر اِس وقت مصیبت آئی

ہوئی ہے۔ اب وہاں گھی اور گندم جائے گی اس لیے موقع ہے جس قدر لُوٹ سکو لُوٹ لو حالانکہ ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر وہاں مصیبت آئی ہے تو اُس قسم کی مصیبت یہاں بھی آ سکتی ہے۔ یہ کوئی شرافت اور ایمانداری نہیں کہ تم گھی مہنگا کر دو اس لیے کہ گھی مشرقی بنگال جانا ہے۔ تم گندم مہنگی کر دو اس لیے کہ گندم مشرقی بنگال جانی ہے۔

جب غلہ مہنگا ہوتا ہے تو اس کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ ملک میں اِس سال غلہ اِس قدر پیدا ہوا ہے کہ باوجود اِس کے کہ گورنمنٹ نے گندم کا نرخ 9/4/0 روپے فی من مقرر کیا تھا بازار میں گندم پانچ چھ روپے فی من کے حساب سے ملتی رہی ہے۔ سندھ میں تو گندم بعض جگہ چار چار روپے فی من کے حساب سے بھی بکی ہے۔ لوگوں نے شور مچایا اور کہا کہ اگر گندم کی قیمت عملی طور پر یہی رہی تو ہم مالیہ بھی اِسی قیمت کے حساب سے دیں گے کیونکہ سندھ میں مالیہ فصل کی قیمت کے حساب سے ہوتا ہے۔ اِس پر گورنمنٹ نے اپنے مفاد کی خاطر مقرر کردہ قیمت پر گندم کی خرید شروع کی۔ اس نے یہ سمجھ لیا کہ اگر سارے ملک میں دس لاکھ ایکڑ گندم کاشت ہو اور اوسط قیمت چھ روپے ہو اور فرض کرو ہمیں دس روپیہ فی ایکڑ مالیہ ملے تو کُل مالیہ ایک کروڑ روپے ملے گا۔ لیکن اگر اوسط قیمت -/9 روپے فی من ہو تو مالیہ ڈیڑھ کروڑ ملے گا۔ ہمارا اِس وقت پچاس لاکھ کا نقصان ہو رہا ہے۔ ہم کیوں نہ کچھ گندم مقررکردہ نرخ پر خرید لیں۔ اگر ہم دو لاکھ مَن گندم خرید لیں تو ہمیں پانچ چھ لاکھ روپیہ کا گھاٹا پڑے گا اور باقی مالیہ بچ جائے گا۔ پس گورنمنٹ نے خیال کیا کہ اگر ہم دو تین لاکھ مَن گندم خرید لیتے ہیں تو نقصان نو دس لاکھ روپیہ کا ہو گا اور باقی روپیہ کا فائدہ ہو گا۔ اور اگر ہم گندم نہیں خریدتے تو پچاس لاکھ روپیہ کا نقصان ہو گا۔ اس لیے انہوں نے گندم خریدنے کا فیصلہ کیا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد انہوں نے زمینداروں کو یہ نوٹس دے دیا کہ چونکہ تم لوگ گندم وقت پر مارکیٹ میں نہیں لائے اس لیے ہم آئندہ اس بھاؤ پر گندم کی خرید نہیں کریں گے۔

بہرحال یہاں کے لوگوں نے بجائے ہمدردی کا اظہار کرنے کے اُلٹا نمونہ دکھایا۔ بجائے اِس کے کہ وہ انہیں ضرورت کی چیزیں مہیا کرتے انہوں نے یہ سمجھا کہ چونکہ گھی کی اس وقت ضرورت ہے اس لیے اسے مہنگا کر دو، گندم کی ضرورت ہے اس لیے اس کا نرخ بڑھا دو

اور اس طرح خوب فائدہ اُٹھاؤ۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ کسی شخص کے پاس پانی ہو اور اُس کے پاس دوسرا شخص پیاسا مر رہا ہو لیکن وہ کہے کہ میں پانی پچیس روپے سیر بیچتا ہوں۔ یہ طریق نہایت ناواجب اور ناشائستہ ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ پاکستانیوں کے پاس نہ غلّہ ہے اور نہ بھینسیں ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ غلہ بھی موجود ہے اور گھی بھی موجود ہے۔ صرف لُوٹ کا احساس ہے جس نے ان چیزوں کی قیمتیں بڑھا دی ہیں حالانکہ ہر پاکستانی کو سمجھنا چاہیے تھا کہ اِس موقع پر مجھے ان اشیاء کی قیمت نہیں بڑھانی چاہیے۔ اس لیے کہ اس کی میرے بھائیوں کو ضرورت ہے۔ اگر قیمت میں فرق پڑ گیا تو کیا حرج ہے۔ اگر خدانخواستہ ویسٹ پاکستان پر مصیبت آتی تو ایسٹ پاکستان والوں کا فرض ہوتا کہ وہ اس کی خاطر قربانی کرتے۔

بہرحال میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ قربانی کر کے مشرقی پاکستان کے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے چندہ جمع کریں۔ اِس سلسلہ میں کراچی کی جماعت نے سب سے پہلے قدم اُٹھایا ہے۔ انہوں نے پانچ ہزار روپے کا وعدہ کیا تھا جس میں سے تین ہزار روپے سے اوپر چندہ انہوں نے جمع کر لیا ہے۔ جن جماعتوں نے اِس سلسلہ میں ابھی تک کوئی قدم نہیں اُٹھایا میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ چندہ جمع کریں اور اسے مرکز میں بھیجیں۔ مرکز بھی اپنے پاس سے کچھ رقم دے گا کیونکہ ان لوگوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اخراجات کو کم کر کے مصیبت زدہ لوگوں کے لیے کچھ رقم نکالیں۔ پھر جو رقم جمع ہو اس میں سے کچھ رقم حکومت کے مقرر کردہ نظام کو بھیج دی جائے اور کچھ رقم جماعت کو بھیج دی جائے تا کہ وہ اپنے ہمسایوں میں خود تقسیم کرے۔ اِس طرح برادرانہ تعلقات بڑھتے ہیں۔ بعض جگہوں پر تحریک کی گئی ہے کہ مصیبت زدگان کی امداد کے لیے ایک ایک دن کی تنخواہ دے دی جائے۔ چنانچہ لائلپور میں ایک مِل میں اِس قسم کی تحریک کی گئی تو سینتیس ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ گویا ان کے ایک ماہ کی تنخواہ کا بجٹ گیارہ لاکھ دس ہزار روپے ہے اور ایک سال کی تنخواہ کا بجٹ ایک کروڑ تینتیس لاکھ بیس ہزار روپیہ ہے۔ ہماری جماعت کی تنخواہیں اِتنی نہیں۔ پھر ہماری جماعت کے دوستوں کی توجہ تجارت اور صنعت وحرفت کی طرف نہیں۔ بلکہ اگر کسی کو کوئی کام آتا ہو تو وہ بھی چاہتا ہے کہ یہ کام میرے

تک ہی محدود رہے۔ ابھی تک ہمارے ملک میں یہ چیز پیدا نہیں ہوئی کہ پیشے اور ہُنر دوسروں کو سکھائے جائیں۔ اگر کوئی ٹرنک بنانا جانتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ یہ فن اب میرے تک ہی محدود رہے، اگر کوئی بُوٹ بنانا جانتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ یہ کام میرے تک ہی محدود رہے لیکن جو سکھاتا ہے اُس کی قدر نہیں ہوتی بلکہ سیکھنے والا اور اُس کے رشتہ دار فوراً شور مچاتے ہیں کہ سیکھنے والے کو تنخواہ نہیں دی جاتی۔

یورپ کی کتابیں پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں جو لوگ کام سیکھتے ہیں وہ سکھانے والے کو بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں لیکن یہاں ایسا نہیں۔ یہاں اگر کوئی شخص کسی کے پاس اپنا بیٹا کام سیکھنے کے لیے بھیجتا ہے تو وہ میرے پاس اس قسم کی شکایت کرتا ہے کہ میں پندرہ دن سے کام سیکھنے کے لیے اپنے بیٹے کو فلاں کے پاس بھیج رہا ہوں وہ اس کی تنخواہ نہیں دیتا۔ حالانکہ جب تک وہ کام سیکھتا ہے وہ سکھانے والے کی چیزیں بگاڑتا ہے اسے فائدہ نہیں پہنچاتا۔ ولایت میں چھوٹے چھوٹے پیشے سیکھنے کے لیے دو دو سال تک پریکٹس کرنی پڑتی ہے۔ پھر کہیں جا کر تنخواہ کی امید کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں پندرہ دن کے بعد ہی شکایات آنی شروع ہو جاتی ہیں۔

ہم جب بچے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول حضرت نانا جان سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنے چھوٹے بیٹے محمد اسحاق کو دین کے لیے وقف کر دو۔ وہ جواب دیا کرتے تھے کہ پھر وہ کھائے گا کہاں سے؟ اِس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے آپ نے اپنے ایک لڑکے کو ڈاکٹر بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رزق بھی اسے دے دے گا۔

میری صحت خراب تھی۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مولوی صاحب سے کچھ طب پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی پیشہ ہے۔ اِسی طرح قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ جب میں نے حضرت خلیفہ اول سے طب اور دینیات پڑھنی شروع کی تو نانا جان مرحوم نے میر محمد اسحاق صاحب کو بھی میرے ساتھ بٹھا دیا۔ میری عمر تیرہ چودہ سال کی تھی اور میر صاحب کی عمر مجھ سے دو سال کم تھی۔ پہلے دن جب وہ پڑھنے آئے تو نانی اماں نے لطیفہ سنایا کہ جب اسحاق سونے لگا تو اُس نے کہا مجھے صبح جلدی جگا دیں کیونکہ

حضرت خلیفہ اول کے پاس کثرت کے ساتھ مریض آتے ہیں اور انہیں انتظار میں گھنٹوں بیٹھنا پڑتا ہے میں صبح صبح جا کر مریضوں کے لیے نسخے لکھوں گا تا کہ انہیں تکلیف نہ ہو۔ اِس پر وہ بھی ہنسے اور ہم بھی۔ ہم میر صاحب سے مذاق بھی کیا کرتے تھے لیکن وہ تو بچوں کی باتیں تھیں بڑوں کو یہ باتیں نہیں سجتیں۔

بڑوں میں سمجھ، فہم اور فراست ہوتی ہے۔ وہ اگر ایسا کریں کہ اِدھر لڑکا سکول میں داخل کیا اور اُدھر اس کی تنخواہ کا مطالبہ شروع کر دیا تو وہ پاگل سمجھے جائیں گے۔ حالانکہ کام سکھانے والا تو اُس پر احسان کر رہا ہے۔ جب وہ اچھی طرح فن سیکھ لے گا تو اپنا کام الگ شروع کر لے گا۔

یورپ کی کتابیں پڑھ لو۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی پیشہ ایسا نہیں جس میں شاگرد کچھ لے۔ وہ کچھ لیتا نہیں بلکہ استاد کو کچھ رقم دیتا ہے۔ استاد بھی سکھائے گا اور اس کے بدلہ میں کچھ لے گا بھی۔ لیکن یہاں ایسا نہیں۔ یہاں اگر کوئی کام سیکھنے کے لیے جاتا ہے تو پندرہ دن کے بعد یہ شکایت کرنے لگ جاتا ہے کہ وہ مجھے تنخواہ نہیں دیتا۔

اگر ہمارے دوست پیشوں کی طرف توجہ کرتے تو ہماری جماعت میں بھی پیشے آجاتے۔ مگر ابھی ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے۔ اگر اس کے پاس روپیہ ہے تو صرف اس وجہ سے کہ ان میں ہر ایک کچھ نہ کچھ دیتا ہے۔ بیچ میں کچھ بے ایمان بھی آ جاتے ہیں لیکن پھر بھی اکثریت بے ایمانی سے محفوظ رہتی ہے۔ دوسری انجمنوں میں کھانے والے زیادہ ہوتے ہیں اس لیے روپیہ نظر نہیں آتا۔ ہم بے ایمانی کو پوری طرح روک تو نہیں سکتے لیکن جماعت کی اکثریت خداتعالیٰ کے فضل سے ایسی ہے جو ایماندار ہے۔ اور اگر ایماندار نہیں تو اس میں اتنی غیرت ضرور ہے کہ جماعت کا روپیہ نہیں کھانا۔ چنانچہ دیکھ لو سیکرٹریانِ مال ہمارے ملازم نہیں لیکن وہ روپیہ جمع کرتے ہیں اور یہاں بحفاظت پہنچاتے ہیں۔ یہ مثال اَور کہیں بھی نہیں پائی جاتی کہ سینکڑوں روپے غریبوں کے پاس جمع ہوں اور وہ ملازم بھی نہ ہوں لیکن روپیہ بحفاظت مرکز میں پہنچ جاتا ہو۔ صرف چند مثالیں ایسی ملی ہیں کہ انہوں نے روپیہ کسی حد تک خُرد بُرد کر لیا لیکن ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے سارا روپیہ کھا لیا ہو یا پھر اُسے واپس نہ کیا ہو۔

ایک دفعہ ایک غریب آدمی تھا۔ اُس نے کچھ روپیہ کھا لیا۔ اس کے پاس کچھ زمین تھی۔ جب وہ پکڑا گیا تو اُس نے کہا میری غلطی ہے۔ اِس وقت روپیہ تو نہیں زمین میرے پاس ہے وہی لے لیں اور اپنا روپیہ پورا کر لیں۔ پس اگر جماعت میں اِس قسم کی غلطی کرنے والے ملتے بھی ہیں تو وہ بھی مطالبہ پر رقم کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اس قسم کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہے اور دو تین مثالوں کو تو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ جب یہاں سے نظارت نے یہ نوٹس دیا کہ سال ختم ہو رہا ہے تم روپیہ جلدی بھیجو تو سیکرٹری مال نے روپیہ اپنے پاس سے بھیج دیا اور خود چندہ بعد میں جمع کیا۔غرض ہم میں قربانی کرنے والے دوسروں سے زیادہ ہیں۔ اس لیے ہم باوجود کمزور ہونے کے اچھا نمونہ دکھا سکتے ہیں۔

کراچی کی جماعت کو دیکھ لو وہ چھوٹی سی جماعت ہے لیکن انہوں نے مشرقی پاکستان کے مصیبت زدوں کے لیے پانچ ہزار روپیہ کی رقم دی ہے۔ اس سے پہلے وہ کئی اَور اخراجات بھی برداشت کر چکے ہیں اور کئی اخراجات ابھی برداشت کر رہے ہیں۔ پھر بھی انہوں نے قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

پس جماعت کے تمام دوستوں کو چاہے وہ زمیندار ہوں، پیشہ ور ہوں یا ملازم ہوں میں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اِس موقع پر چندہ جمع کر کے اپنی حبُّ الوطنی کا ثبوت دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔3 حُبُّ الوطنی بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اگر تم ان مصائب میں حصہ نہیں لیتے تو جب لڑائی کا سوال پیش آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ پارٹیشن کے موقع پر جو حالات بگڑے تھے وہ صرف سکھوں کی وجہ سے ہی نہیں تھے بلکہ بعض جگہوں پر مسلمانوں کی وجہ سے بھی حالات بگڑ گئے تھے۔ مجھے کئی لوگوں نے بتایا کہ ہم سے قسمیں لی گئی تھیں کہ تم نے فلاں جگہ کے مسلمانوں کی مدد نہیں کرنی۔ چنانچہ مسلمانوں کے گاؤں لُٹ رہے تھے لیکن دوسرے مسلمانوں نے انہیں بچایا نہیں۔ پھر خود ان پر حملہ کر کے سکھوں نے انہیں تباہ کر دیا۔ پس پیشتر اس کے کہ دشمن تمہیں پارہ پارہ کر کے مارے تم اپنے اندر حبُّ الوطنی کا احساس پیدا کرو۔

ہمارے علاقہ کی مختلف اقوام کے افراد میں اپنی قومیت کا احساس پایا جاتا ہے۔

ایک کہتا ہے میں جٹ ہوں، میں صرف کسی جٹ کو ہی اپنی لڑکی دوں گا، دوسرا کہتا ہے میں ارائیں ہوں اس لیے میں کسی غیرارائیں کو لڑکی نہیں دوں گا۔ اب دیکھو یہ ایک خیال ہی ہے جو قائم کر لیا گیا ہے حالانکہ اس خیال میں کوئی حقیقت نہیں کیونکہ جٹ قوم بحیثیت جٹ کسی منظّم حکومت میں دوسروں کی کوئی مدد نہیں کر سکی۔ اِسی طرح ارائیں قوم بحیثیت ارائیں کسی منظّم حکومت میں ارائیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکی۔ لیکن وطنی بطور وطنی کے ایسا کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں انہیں قانون اُٹھا رہا ہوتا ہے۔ مثلاً ایسٹ پاکستان پر حملہ ہو جائے تو ویسٹ پاکستان کے باشندوں کو حکومت مجبور کرے گی کہ وہ دشمن کا مقابلہ کریں لیکن اگر کسی جٹ پر حملہ ہو تو دوسرے جٹ کو مدد کرنے پر حکومت مجبور نہیں کرے گی۔ مثلاً چودھری ظفراللہ خاں صاحب جٹ قوم سے ہیں لیکن جب ان پر حملہ ہوتا ہے تو جٹ قوم کے دوسرے افراد کو ان کی مدد کا کوئی خیال بھی نہیں آتا۔ وہ اپنی قوم کی تباہی دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی ایک دوسرے کی مدد کا خیال نہیں کرتے۔ لیکن اگر ایسٹ پاکستان پر حملہ ہو جائے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ حکومت چپ کر کے بیٹھ رہے گی؟ وہ تم پر زائد ٹیکس لگائے گی، وہ جبری بھرتیاں کرے گی، وہ ریلوں اور سڑکوں پر قبضہ کرے گی، وہ تمہارے سفروں پر پابندی لگا دے گی اور چاہے تم ننگے پھرو وہ کپڑے پر قبضہ کر لے گی۔ اس لیے کہ ایسٹ پاکستان ہماری وطنیت کا حصہ ہے اور وطنیت کا جذبہ قومیت کے جذبہ سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے کیونکہ اُس کے پیچھے حکومت ہوتی ہے۔ یہ جذبہ اگر ہم اپنے اندر پیدا کر لیں تو دیکھو ہمارے اندر دوسروں کی ہمدردی اور قربانی کا مادّہ کس قدر پیدا ہو۔

پاکستان ایک نیا ملک ہے۔ اس کے اندر بعض چیزیں آہستہ آہستہ پیدا ہوں گی۔ مثلاً اب مشرقی پاکستان میں سیلاب آیا ہے۔ اگر ہمارے ملک کے لوگ اُن کی بھائی سمجھ کر مدد کریں تو جب بچے اپنے ماں باپ کو مدد کرتے دیکھیں گے تو انہیں بنگالیوں کی تکلیف دیکھ کر خودبخود اُن سے ہمدردی پیدا ہو جائے گی۔ پس تم حسبِ توفیق اِس چندہ کے لیے وعدے کرو اور پھر ان وعدوں کو جلد ادا کر دو۔ چھ سات ماہ تک ادائیگی کو لیٹ نہ کر دیا جائے کیونکہ اُس وقت تک اِس رقم کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اگر کوئی شخص غرق ہو رہا ہو تو یہ نہیں ہوتا کہ دیکھنے والا کہے کہ میں پہلے تیراکی کے فن میں مہارت حاصل کر لوں پھر اس غرق ہونے

والے کی مدد کروں گا بلکہ اُس وقت جس کسی کو تیرنا آتا ہو وہ اُس کی مدد کے لیے کُود پڑتا ہے۔ اِسی طرح اِس مصیبت میں بھی لمبا وعدہ درست نہیں۔ جو کچھ دینا ہے دس پندرہ دن کے اندر ادا کر دو۔ صدرانجمن احمدیہ کو چاہیے کہ وہ اِس تحریک کے متعلق دس پندرہ دن تک الفضل میں چوکھٹے کے اندر اعلان شائع کرائے اور دوستوں کو تحریک کرے کہ جو کچھ میسر ہے دے دو۔ چاہے دو ہزار روپیہ اکٹھا ہو یا دس بیس ہزار روپیہ اکٹھا ہو۔ اگر وہ وقت پر قوم کے کام آ جائے تو تم قوم اور خدا کے سامنے شرمندہ نہیں ہو گے۔ تم قوم کے سامنے یہ کہہ سکو گے کہ وقت پر ہم نے اپنے آپ کو پاکستانی ثابت کر دیا ہے۔ اور خداتعالیٰ کے سامنے بھی یہ کہہ سکو گے کہ جب تیرے بندے تکلیف میں مبتلا ہوئے تو ہم نے ان کی تکلیف کے ازالہ میں ان کی پوری مدد کی''۔ (الفضل 14 ستمبر 1954ء)

---

1 : امالہ: مائل کرنا۔ بدلنا (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)

2 : مسلم کتاب البر والصلة باب تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ تَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ

3 : تفسیر روح البیان۔ سورة القصص آیت 85۔ ''اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْآن .....''۔ جلد 6 صفحہ 441۔ المکتبة الاسلامیة 1331ھ